تعارف وتبصرہ

Sufism and Shariah

A study of Shaykh Ahmad Sirhindi's effort to reform Sufism.

تصنیف : پروفیسر محمد عبدالحق انصاری

ناشر : اسلامک فاؤنڈیشن۔ لیسٹر۔ انگلینڈ۔ ۱۹۸۶ء صفحات ۳۶۸۔

زیرتبصرہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کتاب کے دوسرے حصہ میں جو کہ تقریبًا نصف ہے، شیخ احمد سرہندی ملقب بہ مجدد الف ثانی کے مکتوبات کے اہم اقتباسات کا ترجمہ دیا ہے۔ اخیر میں کتابوں کی طویل فہرست ہے جن کو کتاب کی تکمیل میں فاضل محقق نے استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد اشاریہ ہے۔ کتاب ایک بہت ہی اہم موضوع سے تعلق رکھتی ہے لہٰذا ذیل کی سطور میں کسی قدر اختصار سے مختلف ابواب پر تبصرہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلے باب میں مجددؒ کی پیدائش، خاندانی حالات، تعلیم وتربیت ان کے گردوپیش کا علمی ماحول، اکبر کے عہد میں شمالی ہندوستان میں سیاسی اور سماجی فضا، اور مسلم علماء اور دانشوروں میں بے چینی کا جو کہ شہنشاہ اکبر کے اسلام سے معاندانہ رویہ اور مذہبی وسیاسی حکمت عملی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی کسی حد تک تفصیل سے ذکر ہے یہ ایک واقعہ ہے کہ مجددؒ کے والد شیخ عبدالاحد تصوف سے دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ عظیم چشتی صابری بزرگ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی صحبت سے مستفیض ہوئے اور پھر اپنی تعلیم سے فارغ ہو کر شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے بیٹے اور سجادہ نشین شیخ رکن الدین کے مرید ہوئے تھے۔ شیخ عبدالقدوس اور ان کے بیٹے شیخ رکن الدین ابن العربی کے فلسفہ وحدت الوجود کے قائل تھے۔ لہٰذا باپ شیخ عبدالاحد اور اُن کے اثر میں اُن کے بیٹے کو شروع ہی سے ابن العربی اور ان کے فلسفہ سے دلچسپی کا ہونا فطری تھا۔ اس کا خود مجددؒ کی تحریر سے پتہ چلتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلچسپی رسمی سی رہی۔ کیونکہ ان کے خواجہ باقی باللہؒ کے مرید ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہونے سے پہلے کی تصانیف "رد روافض" اور "اثبات النبوۃ" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فکر اور عمل کے اعتبار سے اس زمانہ میں صوفی کے بجائے

کٹر سنی عالم تھے اور اُن کا دین سے لگاؤ، اُن کی پختگی عقیدہ اور عزم و حوصلہ اُن کو علمارِ حق کے زمرہ میں شامل کرتا ہے۔ جب وہ تعلیم و تربیت سے فارغ ہوکر اکبر کے دربار اور شیخ ابوالفضل سے متعارف ہوئے تو انھوں نے اکبر بادشاہ اور اُس کے چہیتے درباریوں میں جن میں ابوالفضل بھی شامل تھا اُسلام کے خلاف رجحانات پائے تو اُن پر سخت ردِعمل ہوا۔ اکبر کے عہد کے آخری سالوں میں شیعہ پروپیگنڈہ زور پکڑ گیا تھا۔ اکبر اور ابوالفضل اور بہت سے دوسرے مسلم امرار نقطوی تحریک کے اثر میں ختم نبوت کے منکر ہو گئے تھے۔ ان سب وجوہات سے علمار اور اکبر کے درمیان کشمکش شروع ہو گئی تھی۔ مجددؒ نے بھی اسی ردعمل کے تحت مذکورہ بالا تصانیف مرتب کی تھیں۔

نقشبندی سلسلہ سے متعلق ہونے کے بعد مجددؒ کے لہجے میں نرمی اور طریقہ کار میں اہم تبدیلی واقع ہوئی حضرت باقی باللہ کے خلیفہ کی حیثیت سے انھوں نے مرید بنانے شروع کیے اور اُن کی روحانی تربیت کے بعد اُن کو ہندوستان کے اہم شہروں میں تبلیغ دین کے لیے تعینات کیا۔ اس کام کی ابتدا جہانگیر کے ابتدائی دور میں ہوئی۔ مریدوں اور دوسرے اہم لوگوں کی رہنمائی کے لیے مکتوبات کا سلسلہ جاری کیا، جو "مکتوبات ربانی" کے نام سے مشہور ہوئے۔ مکتوبات ربانی کا اور مجدد کی ابتدائی کتابوں کا تقابلی مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ ان کی مدد سے مجددؒ کی تحریک کا اس کے تاریخی سیاق و سباق میں مطالعہ ممکن ہے۔ مجدد صاحب کے فکر اور ان کے طرزِ عمل میں جو تبدیلیاں واقع ہوئیں ان میں وقت اور حالات کا بڑا دخل ہے۔ تاریخی شخصیتوں کے سلسلے میں Time factor کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں کتاب میں اکبر کے زمانہ میں مغلیہ سلطنت میں جو دینی اور سماجی فضا تھی اس کا بھی ذرا تفصیل سے مطالعہ ہونا چاہیے تھا۔ اسی فضا کی روشنی میں مجددؒ صاحب کی اصلاحی تحریک کی اہمیت کو زیادہ اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ ضروری تھا کہ مکتوبات ربّانی کے علاوہ اُس زمانہ کے دوسرے تاریخی اور مذہبی لٹریچر کا بھی مطالعہ کیا جاتا۔ اس سلسلے میں مُلّا عبدالقادر بدایونی کی منتخب التواریخ کی جلد دوم اور سوم اور نجات الرشید بہت معاون ہونگی۔ بدایونی بتاتے ہیں کہ ١٥٨٠ء سے اکبر کے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے اس قدر تنفر بڑھ گیا تھا کہ وہ امرار کے محمد اور احمد نام سے ناراض

ہوجاتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس بیان میں کسی قدر مبالغہ ہو لیکن اس کی تصدیق بلا واسطہ طور پر عباس سروانی کی تالیف تحفۂ اکبر شاہی (یعنی تاریخ شیر شاہی) سے ہوتی ہے۔ عباس سروانی ایک کٹر سنی پٹھان تھا۔ مغلوں کے دوبارہ ہندوستان پر مسلط ہونے کے بعد اس کی معاشی مدد کی زمین ضبط ہو گئی تھی اس کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے وہ مغل دربار میں حاضر ہوا تھا۔ اکبر نے اس سے فرمائش کی کہ وہ شیر شاہ سوری اور اس کے جانشینوں کی تاریخ لکھے۔ شاہی حکم کو بجا لانے کے لیے اس نے اپنی تالیف شروع کی۔ کیونکہ انعام کی توقع تھی لہٰذا اس تالیف میں اکبر کے خیالات اور احساسات کو پوری طرح مدنظر رکھا گیا۔ وہ اکبر کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی تالیف کے دیباچہ میں حمد کے بعد نعتیہ جملوں کے بجائے اکبر کی تعریف کرتا ہے۔ یہ عہدِ وسطیٰ کی پہلی کتاب ہے کہ جس میں نبی کریمؐ کی تعریف نہیں ملتی[1]۔ حالانکہ مسلمان علماء اور دانشوروں کی یہ قدیم زمانہ سے مقبول روایت تھی کہ ہر کتاب کا دیباچہ شروع ہوتا تھا حمد اور نعت سے، رسول اللہؐ کے بعد صحابہ کرام کی تعریف بھی ہوتی تھی۔ ابوالفضل کی تالیفات اکبرنامہ اور آئینِ اکبری کی جلدوں سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان کتابوں کے برعکس دوسری تصانیف اور تالیفات جن کو علماء نے اسلام کے دفاع اور تحفظ کے لیے لکھا اُن میں حمد، نعت اور منقبت کی قدیم روایت باقی ہے۔ اس سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب مدارج النبوۃ اور خواجہ باقی باللہ کے بڑے صاحبزادے خواجہ کلاں کی تصنیف "مبلغ الرجال" بھی قابلِ ذکر ہیں۔

"مبلغ الرجال" کے مصنف بتاتے ہیں کہ اکبر کا دینِ الٰہی ایک نیا مذہب تھا اور اس کی بنیاد نقطوی فلسفہ پر تھی۔ نقطوی فلسفہ کا بانی محمود پسیخانی (م ۱۴۲۸ء) تھا۔ اس کے مطابق ہر مذہب کی ایک عمرِ طبعی ہے۔ وہ اسلام کی عمرِ طبعی ۹ سو سال بتاتا تھا۔ اُس کے اور اُس کے پیروؤں کے مطابق بدلے ہوئے زمانہ میں نئے مذہب کی ضرورت تھی کیونکہ پرانے مذاہب اور اُن کے مشروع نظام مردہ ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کا تصور تھا کہ ایک مدت طویل کے بعد ایک عظیم انسان جنم لیتا ہے جو کہ مرکبِ مبین ہوتا ہے اور نئے مذہب کا بانی ہوتا ہے۔ ایران میں نقطوی فلسفہ سولہویں صدی عیسوی میں

---

[1] عباس سروانی، تاریخ شیر شاہی، ڈھاکہ ۱۹۶۴ء صفحہ ۲،۱

شیعہ علماء کے کٹرپن کے خلاف ردعمل میں دانشوروں میں مقبول ہوا۔ شاہ عباس صفوی نے نقطوی اثر کو ختم کرنے کے لیے ان کے مبلغین کا قتل عام شروع کر دیا۔ ان میں سے کچھ راہِ فرار اختیار کر کے اکبر کے دربار میں پناہ گزیں ہوئے۔ ان کا ایک سربراہ شریف آملی تھا اس نے اکبر کو انسان کامل کہہ کر دینی قیادت کا مجاز ٹھہرایا۔[۱]

باب دوم بعنوان "صوفی ازم" ہندوستان میں مختلف صوفیاء کے کارنامے اور تصوف کی تاریخ سے متعلق ہے پہلے تصوف کی تعریف اور اسلام میں اس کی ابتداء اور ترویج و اشاعت کی مختصر تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس میں فنا، بقاء، ترکِ دنیا کے تصورات اور سلوک کے مختلف مراحل کی دلچسپ توجیہ بھی پیش کی گئی ہے۔ پھر شیخ علاء الدّولہ سمنانی (م ۷۳۶ھ/۱۳۳۶ء) کے ابن العربی کے فلسفۂ وحدت الوجود سے اختلاف اور اُس کے برعکس ان کے نظریہ وحدت الشہود کا ذکر ہے۔ علاء الدولہ سمنانی کے بعد شیخ احمد سرہندی مجدّد کے فلسفۂ وحدت الشہود پر سیر حاصل بحث ہے۔ یہاں اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ ہندوستان میں چودھویں صدی عیسوی میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری اور سید محمد گیسو دراز بھی توحید کے مسئلہ پر ابن العربی سے اختلاف رکھتے تھے۔ شرف الدین یحییٰ منیری ایک دانشور مفکر صوفی تھے۔ انھوں نے مکتوبات صدی کے پہلے ہی مکتوب میں اس مسئلہ پر فلسفیانہ انداز سے بحث کی اور ثابت کیا ہے کہ کسی صورت میں بھی انسان ذات باری تعالیٰ میں مدغم نہیں ہو سکتا۔ اس سے ہٹ کر شیخ شرف الدین یحییٰ منیری، ابن العربی کی بزرگی اور فلسفیانہ عظمت کے معترف تھے۔ چونکہ شیخ شرف الدین منیری کو برصغیر ہند کی اسلامی تاریخ میں نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے اور اُن کے افکار اور تعلیمات کا مذہبی حلقوں پر خاصہ اثر رہا ہے۔ جیسا کہ خود مجددؒ کے مکتوبات سے بھی ظاہر ہوتا ہے،[۲] ڈاکٹر انصاری کو کم سے کم مکتوبات صدی کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے تھا۔ حضرت شیخ احمد سرہندی پر تحقیق کی تکمیل میں مکتوبات صدی اور مکتوبات دو صدی جو کہ شرف الدین منیری کے مکتوبات کے مشہور مجموعے ہیں کا استعمال ضروری ہے۔

۱۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ کیجیے راقم کی انگریزی تصنیف Islam and Muslims in South Asia: Historical Perspective Delhi, 1987, PP. 132-33

۲۔ ملاحظہ کیجیے راقم کا مقالہ Iqbal and Islamic Tassawwuf, Islam and Modern Age. Vol XVIII, Nos. 2-3 1987, PP. 97-186

تیسرے باب میں فاضل مصنف نے تمام اسلامی تاریخ کے مآخذ کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں تصوف ایک غیر اسلامی مکتبہ فکر نہیں ہے بلکہ اس کی جڑیں قرآن وسنت میں پیوستہ ہیں اور تمام عظیم صوفیاء نے جو کہ اسلامی تصوف کے نمائندہ تصور کیے جاسکتے ہیں۔ شریعت اسلامی کا سختی سے اتباع کیا ہے۔ انھوں نے اپنی رہنمائی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہؓ کی زندگی کو۔ عبادت، ریاضت، تقویٰ اور تزکیۂ نفس میں مثال اور نمونہ بنایا۔ یہی نہیں بلکہ اپنے شاگردوں اور مریدوں کی تربیت بھی اسی طرح کی ہے بعد میں غیر اسلامی اثرات کی کارفرمائی شروع ہوئی اور نتیجہ میں بہت سے سلسلوں میں غیر اسلامی روایات داخل ہو کر مقبول ہوگئیں۔ خاص طور پر ہندوستانی ماحول میں صوفیا بہت سی بدعتوں کے مرتکب ہوئے۔

مجدّد صاحب نے ان غیر اسلامی روایات کو بدعت قرار دے کر ان کی سخت مخالفت کی اور اس کو دینی بے راہ روی سے تعبیر کیا — اسی طرح علماء میں جو دنیاداری آگئی تھی اس کی بھی سخت مذمت کی۔ مجدد صاحب کی تحریک کا خاص مقصد یہی تھا کہ اسلامی معاشرہ کی اصلاح اس طرح ہو کہ صوفیاء اور عوام اُن تمام رسوم اور رواجوں کو ترک کردیں جن کا رسول اللہؐ کے زمانہ میں کوئی وجود نہ تھا کیونکہ اس کے بغیر اسلام پر صحیح اور اصل شکل میں قائم رہنا اور اس پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ فاضل مصنف نے اس بات کے ثبوت میں مجدّد صاحب کے مکتوبات سے اہم اقتباسات کو بہت عمدہ انگریزی میں پیش کیا ہے۔ لیکن یہاں پر یہ وضاحت ضروری ہے کہ مجدّد صاحب صوفیاء اور علماء میں کس قدر امتیاز فرماتے تھے۔ اُن کے مطابق شریعت کے دو پہلو تھے۔ ایک ظاہری اور دوسرا پنہاں (یعنی باطن) علماء صرف ظاہری پہلو سے سروکار رکھتے تھے کیونکہ باطنی پہلو سے وہ آگاہ نہ تھے۔ اس کے برخلاف صوفیاء دونوں پہلوؤں کا علم رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان کو عرفان حاصل ہوتا ہے اور وہ روحانی فضیلت کے حامل بن جاتے ہیں۔ یہی تصور مجدد صاحب کو علماء کے بجائے صوفیاء کے زمرہ میں شامل کرتا ہے۔ فرائیڈ مین نے اس بات کو واضح طور پر بیان کیا ہے[1]

---

[1] ملاحظہ ہو یوحنان فرائیڈمین، Shaykh Ahmad Sirhindi, London, 1971, PP. 47-48.

باب چہارم میں ابن العربی کے فلسفۂ الٰہیات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں شیخ ابن العربی کی کتابوں کا تجزیہ کرتے ہوئے اُن کے وحدت الوجود کے تصور کی عمدہ تشریح پیش کی گئی ہے۔ اس کے بعد شیخ احمد سرہندی کے نظریہ وحدت الشہود پر بحث ہے۔ دونوں بزرگوں کے سلسلہ میں تمام متعلقہ لٹریچر کا معروضیت کے ساتھ تجزیہ پیش کرتے ہوئے ثابت کیا گیا ہے کہ کس طرح مجدد صاحب کا تصور توحید قرآن کے عین مطابق ہے۔ پانچویں باب میں خلاصہ ہے جس میں اپنے مطالعہ کے نتائج دیے گئے ہیں۔

باب پنجم کے آخری دس صفحوں میں امام ابن تیمیہؒ کے خیالات پیش کئے گئے ہیں۔ اس سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہوتا ہے کہ امام ابن تیمیہؒ (م ۱۳۲۳ء) سرے سے تصوف ہی کے خلاف تھے۔ ڈاکٹر انصاری نے ان کی تصانیف کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ابن تیمیہ اسلامی اور غیر اسلامی تصوف میں فرق کرتے تھے۔ اُن صوفیار کا جو کہ شریعت اسلامی کے تابع رہے معترف تھے۔ مثال کے طور پر وہ شیخ فضیل بن عیاض۔ شیخ جنید بغدادی اور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا اُن کے تقویٰ اور فقر کی بنا پر ہمیشہ احترام کرتے تھے۔ لیکن وہ قبر پرستی خانقاہی نظام اور صوفیار میں غیر اسلامی روایات کے سخت مخالف تھے۔ پانچویں باب کے یہ آخری صفحے کتاب کا بہت ہی اہم حصہ ہیں۔

جہاں تک کتاب کے دوسرے حصہ کا سوال ہے۔ یہ تصوف اور ہند میں تاریخ اسلام سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے بہت ہی مفید حصہ ہے کیونکہ اس میں مکتوبات ربانی کے اہم فلسفیانہ اقتباسات کا ترجمہ تنقید اور تبصرہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ آنے والے محققین اس ترجمہ سے مستفید ہونگے۔

اخیر میں یہ کہنا ضروری ہے کہ کتاب کے مصنف ڈاکٹر عبدالحق انصاری صاحب عربی اور فارسی زبانوں پر تو قدرت رکھتے ہی ہیں وہ اسلامی فلسفہ اور تاریخ کے بھی عالم ہیں اُن کی موجودہ تصنیف ان کی پچھلی تصانیف میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ دور حاضر میں اسلام پر جو لٹریچر شائع ہوا ہے اس میں اس کی قدر و قیمت برابر محسوس کی جاتی رہے گی۔

(پروفیسر) اقتدار حسین صدیقی